بسلسلۂ صغر سنی کی شادیاں اور اسلام

حضرت مولانا امین الحق صاحب خطیب شیخوپورہ

رسولِ کریم ﷺ سے نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر

مسلمان اسلام کی تاریخ، اخلاق و کردار اور اسلام کے اصول اور مسائل کی حفاظت میں اس قدر ممتاز رہا کہ دنیا کی کوئی قوم اس میدان میں کسی وقت بھی مسلمان کے مقابلہ پر نہیں آسکی۔ قوموں نے اپنی تاریخ کی طرح اپنے مذہب اور اللہ کی کتابوں میں تصرف کیا جہاں ترمیم کرنا مناسب خیال کیا جاتا وہاں ترمیم کی اور جہاں اضافہ ضروری سمجھا وہاں اضافہ کیا۔ مسلمانوں کے اہل علم نے ہر دور میں اسلام کی طرف منسوب تمام اصول اور مسائل میں ثبوت اور سند کی پوری تحقیق کی۔ کتاب و سنت کے دلائل کا تجسس کیا اور ہر قرن سے دوسری قرن تک محفوظ صورت میں اسلام کو پہنچایا۔ لیکن اب مسلمانوں میں ایک ایسا بدلا ہوا مغرب نواز طبقہ پیدا ہوا ہے کہ اس کی علمی کاوش دوسروں کی گھسی ہوئی بوسیدہ عمارت کی زینت و استحکام میں صرف ہوتی ہے۔ وہ اہل مغرب کے پسندیدہ کو پسندیدہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے، اور معاندین اسلام کی کج روی کو تحقیق اور ترقی کا نام دے کر اسلام اور مسلمانوں کے مسلمات میں شک اور شبہ کی راہ چلتا ہے۔ یا قطعی اور یقینی ثابت اور مسلمات کے خلاف ایسی تحقیق اور فکر و نظر کو مسلمانوں سے تسلیم کرنے کی توقع رکھتا ہے جس پر خود لکھنے والے حضرات کا دل بھی وثوق اور یقین نہیں رکھتا۔

متحدہ ہندوستان میں ہندو کی کوشش سے چھوٹی عمر کی شادیوں پر پابندی لگانے کیلئے شاردہ بل کے نام سے اسمبلی میں ایک بل کا مسودہ پیش کیا گیا تھا۔ لیکن علماء نے اسلام کی مخالفت اور عام مسلمانوں کی مزاحمت نے اس کو منظور نہیں ہونے دیا۔ قیام پاکستان کے بعد ایک کمیشن نے چھوٹی عمر کی شادیوں پر پابندی لگانے کا مسودہ تیار کیا تھا۔ مگر ناکام رہا۔ اور علماء نے اسکی پوری

مخالفت کی اس کے بعد بعض حضرات کی کوشش سے مجوزہ کمیشن کا دفن شدہ مسودہ باہر نکالا گیا اور آرڈیننس کے ذریعہ اسے نافذ کر دیا گیا۔ بعض سرکاری اداروں اور کالجوں میں اسلامیات کے نام نہاد اساتذہ اس کے جواز اور افادیت ثابت کرنے کیلئے حرکت میں آ گئے۔ ۱۹۶۳ء میں "کیا عائلی قوانین اسلام کے خلاف ہیں" کے عنوان سے پبلسٹی کمیٹی طلوع اسلام لاہور نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا۔ اور پھر ماہنامہ "فکر و نظر" فروری و مارچ ۱۹۶۴ء میں "صغر سنی کی شادیاں اور اسلام" کے عنوان سے گورنمنٹ کالج کراچی کے شعبۂ اسلامیات کے صدر محترم عمر احمد عثمانی صاحب نے اس مسئلہ پر اپنے خیالات شائع کئے۔ شعبۂ اسلامیات کے صدر کے خیالات اور مذکورہ پمفلٹ کا مضمون بہت ملتا جلتا ہے۔ بلکہ تقریباً ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں اصل اور نقل کون ہے۔ یہ دونوں صاحب قلم حضرات اپنے دعویٰ کو کسی مثبت دلیل سے تو ثابت نہ کر سکے۔ البتہ اہل علم نے مذکورہ موضوع کے جس قدر دلائل پر روشنی ڈالی تھی اس کے خلاف علماء کی عبارتوں میں ترمیم اور اضافہ میں مخالفانہ مواد فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ صغر سنی کی شادیوں کے جواز کے لئے اہل علم کی پیش کردہ دلائل میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح حضورؐ سے ابوبکر صدیقؓ نے کم عمری میں کرایا اور رسالت مآب نے اس کو جائز اور برقرار رکھا اور حضرت عائشہ کو اس کے خلاف کسی قسم کا اختیار نہیں دیا گیا۔ اور متعدد حضرات صحابہؓ نے بھی اپنی کم سن بچیوں کا نکاح کروایا ہے۔ اور کسی ایک صحابیؓ نے بھی کم سن بچیوں کے نکاح پر اعتراض اور اختلاف نہیں کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن اور سنت کے اس مفہوم پر کہ کم سن بچیوں کا نکاح کرنا جائز اور درست ہے۔ صحابہؓ کا اتفاق تھا اور کسی ایک کو بھی کم سن بچیوں کے نکاح کے جواز کو تبدیل کرنے اور روکنے کا حق نہیں ہے۔ نیز صحابہؓ کے اتفاق سے یہ بھی ظاہر اور ثابت ہوا کہ کم سن بچیوں کے نکاح کے جواز پر صحابہؓ کا اتفاق ان کا اجتہاد نہیں تھا۔ اس لئے کہ صحابہؓ میں اجتہادی اختلافات رہے ہیں اور یہ عجوبہ ہوگا کہ کسی ایک صحابیؓ نے اس میں اختلاف نہیں کیا اور تمام اہل اجتہاد صحابہؓ کو ایک اجتہادی مسئلہ پر اتفاق ہوا اور صحابہؓ کے بعد تمام اہل اجتہاد تابعینؒ کے اجتہاد میں بھی اختلاف ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کو کتاب اور سنت کے منصوص یا مفہوم میں کم سن بچیوں کے نکاح کا جواز ظاہر اور ثابت ہو چکا تھا۔ ورنہ ارباب اجتہاد کے اختلاف مراتب اور فکر و نظر کے طریقوں کے اختلاف کی وجہ سے ضروری تھا کہ صحابہؓ کے دور میں یا تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں کہیں مذکورہ اتفاق کے خلاف

کوئی اجتہاد ظاہر ہوتا۔ عصر حاضر کے اہل قلم اور اسباب تحقیق کو میں نہیں جانتا کونسی مجبوری ایسی پیش آئی ہے کہ خیر القرون کے مسلمہ اور اجماعی جوازے کے خلاف ناقابل اعتبار آراء اور دور از کار روایات کو اپنے لئے دلیل راہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس تحریر میں میری غرض اس مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس قدر ظاہر کرنا مقصود ہے کہ شعبہ اسلامیات کے محترم صدر مذکور نے محنت ضرور کی ہے۔ مگر "صدر اسلامیات" کی عظیم شخصیت کی حیثیت سے قارئین کو جیسی توقع آپ سے ہو سکتی تھی اسکو آپ نے پورا نہیں کیا۔ اور وہ اپنے موضوع کے تحقیقی مطالعہ میں ناکام رہے۔ محترم عمر احمد صاحب اور آپ کے دوسرے ہم خیال حضرات نے "تاریخ وسیر" کی اس تسلیم شدہ حقیقت کی تردید کی ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال اور ہجرت کے وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ بوقت ہجرت حضرت عائشہؓ کی عمر سترہ سال اور رخصتی کے وقت آپ کی عمر انیس سال کی تھی، مگر ان لوگوں کا تاریخ کے صفحات پر یہ ایک اضافہ ہے جس کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی سیرت اتفاق نہیں کرتی۔

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس تحریر کے موضوع کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ پہلا حصہ یہ کہ حضرت عائشہؓ کی کل عمر کتنی تھی۔ دوسرا حصہ یہ کہ حضرت عائشہؓ آغوش نبوت میں کتنا عرصہ رہیں۔ تیسرا حصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ کے ساتھ نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر کتنی تھی ——— اور ان تمام امور کی تنقیح کے بعد شعبۂ اسلامیات کے صدر نے اس مسئلہ پر جو تنقیدات کی ہیں اور اپنے مدعا کیلئے جو مؤیدات پیش کئے ہیں، ان پر تبصرہ کروں گا۔ تاکہ اصل حقیقت منقح ہو جائے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

حضرت عائشہؓ کی کل عمر کتنی تھی اگر ہمیں کسی کی ولادت اور وفات کی تاریخ معلوم ہو جائے تو بغیر کسی شک اور شبہ کے اسکی کل عمر کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی زندگی کے کسی خاص واقعہ کی تاریخ بھی معلوم کی جا سکتی ہے۔ حضرت عائشہؓ کے متعلق حفاظ حدیث اور اہل سیر نے بالاتفاق یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چوتھے سال کی ابتدا میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ اور رمضان کے مہینہ میں چھیاسٹھ سال کی عمر میں ۵۸ھ میں آپ نے وفات پائی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے آپ کا جنازہ پڑھایا ہے[1]

حافظ شمس الدین ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں تریسٹھ سال

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۷۷، ۷۸، ۷۹

کی عمر میں حضرت عائشہؓ نے وفات پائی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ ۵۷ھ میں حضرت عائشہؓ نے وفات پائی ہے۔ اور علی بن المدینیؒ کہتے ہیں کہ ۵۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ حافظ ابن عبد البرؒ نے استیعاب میں اور شیخ نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں حضرت عائشہؓ کی وفات ہوئی ہے۔ ان حضرات حفاظ حدیث کے بیان سے ظاہر ہے کہ ہجرت کے بعد ۵۷ھ یا ۵۸ھ تک حضرت عائشہؓ زندہ رہی ہیں۔ اور آپ کی کل عمر پینسٹھ یا چھیاسٹھ سال ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ چونکہ حضرت عائشہؓ کی سن وفات میں مذکورہ اقوال کے علاوہ کوئی تیسرا قول معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ لہذا جن صاحب نے بھی حضرت عائشہؓ کی عمر کو بوقت نکاح سولہ یا سترہ سال اور بوقت رخصتی انیس سال بتلایا ہے یہ صرف اس کی اختراع ہے۔ ورنہ حضرت عائشہؓ کی کل عمر سے اسکی مطابقت نہیں ہوتی اس لئے کہ کسی صاحب نے بھی وفات کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر پہتر یا پچھتر سال نہیں لکھی۔ اگر ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر آٹھ سال کے علاوہ سولہ یا سترہ فرض کی جائے تو ۵۸ھ میں وفات کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر پہتر یا پچھتر سال کی ہونی چاہئے اور حفاظ حدیث اور اہل سیر میں کسی صاحب نے بھی ایسا نہیں لکھا ہے۔

آغوش نبوت میں حضرت عائشہؓ کی زندگی | صحیح بخاری اور صحیح مسلم باب تزویج الاب البکر الصغیرۃ اور طبقات ابن سعدؒ[1] میں حضرت عائشہؓ کا یہ بیان مذکور ہے ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں جب میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تو میری عمر چھ سال ہو چکی تھی اور میری رخصتی کے وقت میری عمر نو سال کی تھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

شیخ محی الدین نوویؒ[2] لکھتے ہیں۔ ہجرت سے دو سال یا تین سال پیشتر چھ سال کی عمر میں حضرت عائشہؓ سے رسالت مآبؐ کا نکاح ہوا ہے۔ اور ہجرت کے دوسرے سال بدر کی واپسی میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی ہے۔

---

[1] ج ۸ ص ۶۰ تا ۶۳   [2] تہذیب الاسماء واللغات

حافظ ابن عبدالبرؒ[1] لکھتے ہیں۔ ہجرت سے دو سال پیشتر چھ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ کا نکاح ہوا ہے۔ اور نو سال کی عمر میں آپ کی رخصتی ہوئی ہے۔ اور حضورؐ کے تشریف لے جانے کے وقت اٹھارہ سال آپ کی عمر تھی۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں۔ سنہ ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین سال پیشتر حضرت عائشہؓ کا نکاح حضورؐ کے ساتھ ہوا ہے اور ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی ہے۔

مذکورہ حضرات حفاظ حدیث اور ائمہ اخبار کی صحیح اور ثابت روایات سے حضرت عائشہؓ کا یہ بیان قطعی اور یقینی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر رسالت مآبؐ کے تشریف لے جانے کے وقت اٹھارہ سال کی تھی اور اس پر اہل علم اخبار وسیر کا اتفاق ہے۔ آغوش نبوۃ میں حضرت عائشہؓ کا عرصہ حیات اٹھارہ سال سے زائد کسی صاحب حدیث اور صاحب سیر نے نہیں بتلایا ہے۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم کیا جائے کہ بوقت رخصتی حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھارہ یا انیس سال کی تھی تو حضورؐ کے تشریف لے جانے کے وقت آپکی عمر ساڑھے چھبیس سال یا ساڑھے ستائیس سال ہونی لازمی ہے۔ مگر آج تک کسی صاحب علم وسیر نے ایسا نہیں لکھا ہے۔ بلکہ یہ صرف کسی صاحب کی سازش اور غلط خیال ہے۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر کتنی تھی؟

بخاری شریف کتاب النکاح مسلم شریف کتاب النکاح ابن ماجہ سنن دارمی کتاب النکاح میں حضرت عائشہؓ کا یہ بیان مذکور ہے کہ رسالت مآبؐ سے چھ سال کی عمر میں میرا نکاح کیا گیا تھا۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی عمر آپ کے نکاح کے وقت چھ سال پوری ہو چکی تھی اور ساتواں سال چل رہا تھا۔ نبوت کے چار یا پانچ سال بعد حضرت عائشہؓ کی ولادت ہوئی ہے۔ یہ حضرات محدثین حضرت عروۃ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ جو حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں اور اسود بن یزیدؒ اپنے وقت کے بڑے فقیہ سے بالاتفاق حضرت عائشہؓ کے اس بیان کو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ کا نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے سوا کسی دوسرے صاحب کو حضرت عائشہؓ کے نکاح کے وقت آپکی عمر کا زیادہ علم ہو۔؟

مؤرخین کے مقابلہ میں محدثین اور بخاریؒ و مسلمؒ کی روایات کا مقام

حضرت عائشہؓ کے بارہ میں کسی دوسرے صاحب سے زیادہ خود ان کا بیان قابل اعتماد ہونا چاہئے۔ اگر کسی غیر معروف یا منکر راوی

---

[1] استیعاب

سے کسی صاحب قلم نے جس نے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کیطرح صحیح اور ثابت روایات کی روایت کا التزام نہیں کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے مذکورہ بیان کے خلاف کسی اور بات کو روایت بھی کر لیا ہے تو وہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے نقاد حضرات کی روایت کے مقابلہ پر قابل قبول نہ ہونی چاہئے بلکہ ایسی روایات ناقابل اعتبار ہے، اس کو مسترد کرنا ضروری ہے۔ روایات اور نقل واقعات کے بارہ میں مورخین سے عامہ محدثین کی تحقیق وتنقید کی سطح بہت بلند ہے اور خصوصاً بخاریؒ اور مسلمؒ کی تحقیق وتنقید کا پایہ صرف ان کے تجسس اور فکر ونظر تک محدود نہیں ہے بلکہ ان حضرات نے ایسی روایات اور واقعات کے نقل کرنے کا اپنی کتابوں میں التزام کیا ہے۔ جنکی صحت اور ثبوت پر آپ حضرات سے پہلے ائمہ حدیث واخبار کو اتفاق تھا۔ بفرض محال اگر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ بھی نہ ہوتے یا انکی کتابیں تصنیف نہ ہوتیں یا انکی کتابوں میں مذکورہ روایات انکی کتابوں میں مذکور نہ ہوتیں تب بھی بخاریؒ اور مسلمؒ میں مذکورہ روایات کو ان سے پہلے اور ان کے زمانہ میں اور ان کے بعد بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے۔ اور بخاریؒ اور مسلمؒ کا ان روایات کو روایت کرنا ان کی صحت کی علامت اور دلیل ہے۔ اور یہ نہیں کہ ہم بخاریؒ اور مسلمؒ کی کتابوں میں مذکورہ روایات کو بخاریؒ اور مسلمؒ سے حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی کتابوں میں مذکورہ روایات امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے وجود پذیر ہونے سے پہلے ہی صحیح اور ثابت اور امت مسلمہ میں مقبول تھیں جیساکہ حافظ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ[1] میں یہ بحث لکھی ہے۔ اس لئے جب ہم امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی کتابوں میں بھی حضرت عائشہؓ کے بارہ میں یہ پڑھتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپکی عمر چھ سال کی تھی تو ہمیں یقین کر لینا چاہیئے کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ سے پہلے بھی طبقہ صحابہؓ تابعینؒ اور اتباع تابعین کے ارباب علم اور اصحاب حدیث وسیر کو یہی تسلیم تھا کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ سال کی تھی لہذا اگر کسی نے نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر سولہ سترہ سال لکھی ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ غیر معروف شاذ اور غیر مقبول بات ہے۔ خیر القرون میں کسی کی کہی ہوئی بات نہیں ہے اور نقاد ارباب سیر نے اس کو تسلیم اور علم وبصیرت میں معروف اہل علم نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ اسلامیات کے "صدر محترم" نے مستشرقین یورپ کے حوالہ سے رسالت مآبؐ کے متعلق صغر سنی میں حضرت عائشہؓ کے نکاح سے اذہان میں شرمناک تصور پیدا کرنے کی افسوسناک کوشش کی ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ مغرب کے اوباشوں نے اسلام

---

[1] ج ۴ ص ۵

اور پیغمبر اسلام کے متعلق کیا کچھ نہیں کہا ہے۔ مگر یورپ کے ایسے اہل قلم بھی ہیں جنھوں نے خود اہل یورپ کو ان کی یاوہ گوئی پر ملامت کی ہے۔

ڈاکٹر لیبانؒ عربوں کی شادی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ عرب مرد وزن میں کم سنی میں شادی کرنے کی عادت تھی اور عموماً دس سال سے لیکر بارہ سال کی عمر میں ایک لڑکی شادی کر لیتی تھی ـــــ اس لئے بھی ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح اور رخصتی کے وقت عرب کے دستور کے موافق تھی۔[1]

منکرین حدیث کا دعویٰ | عمر احمد عثمانی اور دیگر منکرین حدیث کو یہ تسلیم نہیں کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال کی ہو چکی تھی اور دسواں سال چل رہا تھا، بلکہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر سولہ سترہ سال سے کسی طرح کم نہ تھی اور روایات میں عشرہ کا لفظ یا تو سہواً کسی راوی سے ساقط ہو گیا ہے۔ یا قصداً ساقط کیا گیا ہے۔ اور اسطرح سولہ کا چھ اور انیس کا نو بن گیا ہے۔[2]

اسلامیات کے صدر کا رواۃ اور حفاظ حدیث پر یہ ایک بہت بڑا الزام ہے کہ حدیث کے رواۃ قصداً جس لفظ کو چاہیں نکال دیں مگر حفاظ حدیث ان سے گرفت نہ کریں یا رواۃ حدیث سے سہواً کوئی لفظ گر جائے اور ائمہ حدیث اس قدر غافل ہیں کہ اس کا علم ان کو نہیں ہوتا۔ اگر ان کا یہ نظریہ تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ تمام ذخیرۂ احادیث کو رواۃ حدیث کا کھیل کھلونا بتلانا چاہتا ہے۔ غالباً اسلامیات کا یہ صدر محترم ائمہ حدیث کی دقت نظر اور تجسس رواۃ اس سلسلہ میں بے پناہ مساعی جمیلہ سے واقف نہیں ہیں ورنہ اس قدر سطحی کلمات آپ کی قلم سے ہرگز نہ نکلتے۔ حفاظ اور ائمہ حدیث نے رواۃ ادنیٰ تساہل اور کسی طرح کا تصرف برداشت نہیں کیا ہے۔ جہاں کہیں کسی راوی سے تساہل ہوا ہے یا کوئی ادنیٰ تصرف کیا ہے تو ائمہ حدیث نے اس پر تنبیہ کی ہے۔ اور دوسروں کو آگاہ کیا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نقاد ائمہ حدیث سے مذکورہ حدیث میں رواۃ کا تساہل یا تصرف پوشیدہ رہا اور گورنمنٹ کالج کے اسلامیات کے صدر محترم عمر احمد صاحب عثمانی کو اس تساہل اور تصرف کا کسی نامعلوم طریقہ سے علم ہو گیا۔

مذکورہ روایت پر عمر احمد عثمانی کا اعتراض | شاید اصل مضمون اور مسئلہ کے متعلق کالج کے اسلامیات کے صدر کا ذہن صاف نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے یہ چاہا ہے کہ اصل مسئلہ میں تکلف

---

[1] تمدن عرب باب چہارم [2] فکر و نظر مارچ ۱۹۶۴ء

اور دور از کار تاویلات سے شبہ ڈالا جائے اس لئے آپ نے مذکورہ روایت کے بارہ میں ذیل کا اعتراض لکھا ہے۔ " یہ حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم سنن ابو داؤد سنن نسائی اور دوسری تمام معتبر کتب حدیث میں بیان ہوئی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا اسی ایک حدیث کی بنا پر فقہاء اور علماء کا جم غفیر صغر سنی کی شادیوں کے جواز کا قائل چلا آرہا ہے ــــ لیکن اس موقع پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کتنی ہی قوی اور سند کے اعتبار سے کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو لیکن بہرحال وہ ایک خبر واحد ہے جو قرآن کریم کی نصِ صریح کے مقابلہ میں قابلِ قبول نہیں ہوسکتی۔ روایتاً کسی حدیث کا قوی السند ہونا فی الواقع بھی اس کے صحیح ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا۔ علمائے اصول نے یہ بات صاف کردی ہے کہ خبرِ واحد اگر سنداً صحیح بھی ہو مگر وہ قرآن کریم کی نصِ صریح کے خلاف ہو تو اسے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ گذشتہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ قرآن کریم کی نصِ صریح نے نکاح کی عمر بلوغ کو بتایا ہے۔ لہٰذا صغر سنی کی شادیوں کے جواز میں قرآن کریم کی نصِ صریح کے خلاف اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ــــ اگر کوئی خبر واحد قرآن کریم کی نصِ صریح کی معارض ہے تو اس کے یہ معنی کیوں نہیں کہ وہ خبرِ واحد ہی غلط تسلیم کی جائے ظنی اور قطعی کا مقابلہ ہی کیا ہے۔ قرآن کریم قطعی ہے اور خبرِ واحد ظنی ہے۔ لہٰذا خبرِ واحد کو غلط کیوں نہ مانا جائے۔"[1]

ــــ عمر احمد عثمانی سند اور ثبوت کے اعتبار سے اس واقعہ کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا تھا اور نو سال کی عمر میں آپ کی رخصتی ہوئی تھی۔ لیکن مذکورہ حدیث کو قرآن شریف کا معارض بتلاتے ہیں اور یہ کہہ کر کہ کسی حدیث کا صحیح السند ہونا فی الواقع بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کو مستلزم نہیں ہے، اسکی صحت میں شک ڈالتے ہیں۔ وہ محدثین کے احترام کا ظاہراً بھی کچھ پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ اور آپ کے سامنے کچھ مجبوریاں بھی ہیں جن کی وجہ سے وہ حدیث کے مضمون اور معنی کو صحیح تسلیم نہیں کرنا چاہتے۔ عالم اسلام کے اہل علم میں محترم مقالہ نگار سب سے پہلے اور منفرد شخص ہیں جس نے مذکورہ حدیث کو قرآن شریف کا معارض اور مقابل تبلایا ہے۔ کیا یہ بات معقول ہوسکتی ہے کہ ان کی منفرد رائے کو تمام عالم اسلامی کے ائمہ فقہ و حدیث کے علم و فہم اور فکر و نظر کے مقابلہ پر صحیح اور درست اور مذکورہ حدیث کو قرآن شریف کا مقابل اور معارض تسلیم کیا جائے اور حقیقت یہ ہے کہ جسقدر سلف اور خلف کے اہل علم کو قرآن اور حدیث

[1] فکر و نظر صفحہ ۲۲ مارچ ۱۹۷۶ء

کے معانی اور مضامین پر گہری اور جامع نگاہ تھی اس کے مقابلہ میں صدر محترم کو بہت کم غور و توجہ کی توفیق ہوگی۔ کیا یہ بات معقول ہو سکتی ہے۔ کہ قرآن شریف نے صغر سنی میں نکاح کرنے کو منع فرمایا ہو اور رسالت مآب قرآن شریف کے منشاء کے خلاف صغر سنی کے نکاح کو جائز قرار دیں! اور صحابہؓ اور تابعینؒ مسلسل اپنے عمل سے اس کو جواز ثابت کریں!! کیا یہ بات معقول ہو سکتی ہے کہ رسالت مآبؐ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کا واحد اور ذمہ دار مبیّن اور مفسر قرار دیا؟ اور آپ نے اپنے عمل اور سنت سے قرآن شریف کے مفہوم اور منشا کے خلاف اسکی تفسیر کر دی ہے۔ اگر قرآن شریف صغر سنی میں نکاح کرنے کو منع کر رہا تھا تو رسالت مآبؐ نے اسکی تفسیر میں اپنے عمل اور سنت سے اس کے جواز کا اظہار فرمایا اور قرآن شریف کا صحیح معنی اور مفہوم رسالت مآبؐ کی نگاہ اوجھل رہا اور آج ایک کالج کے شعبۂ اسلامیات کے ایک صدر محترم کو قرآن کا ایسا مفہوم ظاہر کرنا پڑا جس کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کو قائم کر دیا ہے اور قرآن شریف کا صحیح مفہوم پیغمبرانہ بصیرت میں ظاہر نہ ہو سکا ——— (باقی آئندہ)

ادارۃ المعارف۔ فرید آباد ـــ ڈھاکہ

مشرقی پاکستان کے ۵ کروڑ مسلمانوں کو ان کی مادری زبان میں اسلامی علوم اور دینی اقدار سے متعارف کرانے کیلئے اس ادارہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ بنگلہ زبان میں کافی دینی لٹریچر نہ ہونے کی وجہ سے ملاحدہ، اور زنادقہ، تجدد پسندوں، ملک دشمنوں اور لادینی عناصر کو کھل کر کھیلنے کا موقعہ مل رہا ہے۔ اس مقصد کیلئے مذکورہ ادارہ کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے جید فارغ التحصیل علماء کو تبلیغ و تعلیم اور تحقیق و تصنیف کے لئے تربیت دینے کا پروگرام ہے۔ ادارہ کو حضرت مولانا شمس الحق مدظلہٗ فرید پوری جامعۂ قرآنیہ ڈھاکہ مولانا نور محمد الاعظمی مدظلہٗ مولانا صدیق احمد صاحب مدظلہٗ چاٹگام اور دیگر علماء کی سرپرستی اور مولانا محمد ہارون صاحب جیسے فعال شخص کی ادارت، مولانا محی الدین خان صاحب ایڈیٹر مدینہ ڈھاکہ جیسے گرمجوش اور مخلص شخص کا تعاون حاصل ہے۔ مالی امور کا بوجھ مشرقی بنگال کے مشہور مخیر بزرگ حاجی بشیر الدین بوگرہ اور ان کے خاندان نے اٹھا رکھا ہے۔ ادارہ میں تربیت کیلئے اولاً دس علماء کو منتخب کیا جائے گا۔ اور کورس دو سالہ ہوگا۔ سال اوّل تربیت اور سال دوم تحقیق و تصنیف کیلئے۔ سال اوّل کا وظیفہ ۶۰ سے ۷۰ اور سال دوم ۱۰۰ سے ۱۲۵ تک رکھا گیا ہے۔ ایک وسیع لائبریری بھی اس مقصد کیلئے بنائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اپنے بلند عزائم میں کامیابی سے ہمکنار کرے اور بے حساب ترقیات سے نوازے۔

ایڈیٹر "الحق"

مولانا شیر علی شاہ صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ

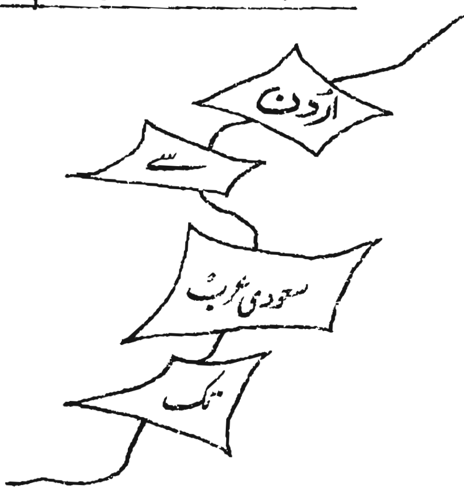

مسجد حرام کی فضاؤں میں

عقبہ عمان سے جانب مغرب تین سو کیلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ تمام زمین پتھریلی ہے۔ زمین کے بعض خطے کوئلہ نما سیاہ پتھروں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ عمان سے عقبہ کی جانب ریلوے لائن بھی جاتی ہے۔ جس پر مال گاڑی دن میں ایک دفعہ آتی جاتی ہے۔ راستہ میں ہم نے نماز پڑھنے کے لئے ڈرائیور کو بس ٹھہرانے کیلئے کہا۔ مگر سخت سرد آندھی کیوجہ سے ہم باہر نماز نہ پڑھ سکے۔ راستہ میں معان کا قصبہ آیا جو عمان سے دو سو کیلومیٹر دور ہے۔ یہاں ترکی سے آئے ہوئے حاجیوں کی بیشمار بسیں کھڑی تھیں۔ معان سے آگے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ جنوباً مدینہ منورہ کو تبوک اور خیبر سے ہوتا ہوا پہنچتا ہے۔ دوسرا راستہ جس پر ہم جا رہے تھے جانب مغرب عقبہ کی طرف جاتا تھا۔ معان میں ہوٹلوں کی عمارتیں بہت شاندار ہیں۔ معان کے قرب وجوار میں ایک راستہ کرک کی طرف جاتا ہے۔ کرک کے قریب "موتہ" ایک گاؤں ہے۔ جہاں بعض حضرات صحابہ عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ اور جعفر طیار وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبور ہیں۔ یہاں کے عرب باشندوں کا کہنا ہے کہ جس جگہ صحابہ کرام شہید ہوئے ہیں وہاں پیر اور جمعہ کے دن تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اسلامی تاریخ کا غزوۂ موتہ اسی جگہ سے منسوب ہے۔

آگے جا کر تقریباً معان سے بارہ میل ایک راستہ جانب شمال "البترا" (پیٹرا) کی طرف جاتا ہے۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وادی ہے جو انتہائی سرسبز وشاداب ہے۔ وہاں ہارون